OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 www.arjicc.com ISSN (PRINT): 2710-0227
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v3.01(22)u15.192-203

صادق حسین صدیقی کے تاریخی ناول ''محمد بن قاسم'' میں رزمیہ عناصر: اسلامی تاریخ کے تناظر میں

Epic Elements in Sadiq Hussain Siddiqui's Historical Novel "Muhammad Bin Qasim": In the Context of Islamic History

Fauzia
Ph.D (Urdu) Scholar, G.C. Women University, Faisalabad.

Dr. Sadaf Naqvi
Chairperson/Assistant Professor, G.C. Women University, Faisalabad.

Received on: 18-01-2022 Accepted on: 20-02-2022

Abstract

Sadiq Hussain is a versatile novelist of Muslim historical field. In his novel "Muhammad Bin Qasim", he has marvelously narrated the fascinating performance of Muslim commanders and soldiers in the battlefield the other historical novelist wrote only details of bravery performance of Muslim heroes, ignoring their Islamic character. Sadiq Hussain has wrote his novel as a combination of bravery and Islamic character of Muslim battle field heroes who not only won the battles but also won the hearts of their opponents, with their pious and just decisions while deciding the future of defeated opponents, who later on accepted Islam due to good treatment of Muslim heroes.

Keywords: Historical, Religious, Novel, Epics, Heroes, Battlefield, Islam.

اردو کے تاریخی ناول نگاروں کی بات کی جائے تو ان میں صادق حسین سردھنوی کا نام کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح کلاسیکی اردو میں مثنویوں اور داستانوں نے شہرت حاصل کی اور ان کو بے پناہ قاری ملے۔ اسی طریقے سے اردو میں جب ناول نگاری کا دور شروع ہوا تو ڈپٹی نذیر احمد کے ساتھ ساتھ مولوی عبدالحلیم شرر کے ناول بھی بہت مشہور ہوئے جن میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ، بہادری، فتوحات اور سلطنت و حکمرانی کے راز کے ساتھ ان کی سماجی زندگی بھی پیش کی گئی تھی۔ داستانوں اور مثنویوں میں رزمیہ عناصر کی عکاسی کی گئی ہے لیکن ان میں اسلام کے حوالے سے کوئی بات شامل نہیں ہوتی تھی صرف اسلامی ماحول پیش کیا جاتا تھا، لیکن جب تاریخی ناولوں کا دور شروع ہوا تو ان میں مقصد اسلام و دینِ اسلام کو بھی پیش نظر رکھا گیا۔ ایسے تاریخی ناولوں کی تخلیق میں صادق حسین صدیقی سردھنوی کا نام بھی شامل ہے۔ صادق حسین کے ناولوں میں رزمیہ عناصر پائے جاتے ہیں۔ پروفیسر انور جمال نے رزمیہ کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

''ادب میں رزمیہ اس نظم کا نام ہے جو مسلسل ہو اور کسی ہیرو کے عسکری کارناموں کو بیان کر کے جوش و خروش پیدا کرے، شوکت بیان اس کا اہم اور واضح وصف ہے۔''(1)

صادق حسین صدیقی سردھنوی بھارت کے شہر میرٹھ کے قصبہ سردھنہ کے رہنے والے تھے۔1925 کے قریب ان کی ادبی زندگی باقاعدہ شروع ہوچکی تھی کیونکہ ان کے ناول "سلطان سبکتگین" کی اشاعت جنوری 1937ء میں ہوتی ہے۔اس ناول سے قبل ان کے کئی ناولوں کے اشتہار ملتے ہیں جس سے محض اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔یقیناًان کی زندگی ناول نگاری سے پچیس برس قبل شروع ہوئی ہوگی۔اس حساب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بیسویں صدی کا نصف اول ان کا عہد ہے۔ تقسیم سے قبل ہی لاہور منتقل ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

صادق حسین صدیقی سردھنوی کے اکثر ناول اسلامی تاریخ کے موضوعات پر مبنی ہیں اور ان تاریخی ناولوں میں اکثر ناول رزمیہ عناصر سے بھرپور ہیں۔انھوں نے اپنے تاریخی ناولوں میں اسلامی جنگوں کے حالات کو اپنے منفرد اسلوب میں پیش کیا ہے۔ان کے ہاں میدان جنگ میں مسلمانوں کی استقامت، جرات، جاہ وجلال، رعب ودبدبہ اور حکمت عملیوں کی عکاسی کے علاوہ مفتوحہ علاقوں میں مسلمانوں کی امن پسندی اور بہترین معاشی ومعاشرتی پالیسیوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔صادق حسین صدیقی سردھنوی کی رزمیہ نگاری کی خاص بات یہ بھی ہے کہ اس کے زمان ومکاں حقیقی ہیں ماورائی نہیں۔ان کے قارئین کی اکثریت تاریخ سے اسلامی جنگوں کے بارے میں علم رکھتی ہے۔تاہم جب وہ اپنے مخصوص رزمیہ اسلوب میں ناول نگاری کرتے ہیں تو قارئین کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔انھوں نے اپنے تاریخی ناولوں میں قوت فکر اور زور قلم صرف کیا ہے۔ جنگ کی تیاری، فوجوں کی ترتیب، میدان جنگ اور سامان جنگ، حملہ، فتح وشکست، لاشوں کی بے حرمتی، قیدیوں کے حالات غرض میدان جنگ سجنے کے پس منظر سے لے کر اس کے نتائج تک تمام معلومات دلچسپ اسلوب میں بیان کیے ہیں۔یہی رزمیہ نگاری کے لوازمات ہیں۔اس حوالے سے علامہ شبلی نعمانی "موازنہ انیس ودبیر" میں لکھتے ہیں:

"رزمیہ شاعری کا کمال ذیل کے امور پر موقوف ہے۔سب سے پہلے لڑائی کی تیاری، معرکے کا زور وشور، تلاطم، ہنگامہ خیزی، ہلچل، شوروغل، نقاروں کی گونج، ٹاپوں کی آواز، ہتھیاروں کی جھنکار، تلواروں کی چمک دمک، نیزوں کی لچک، کمانوں کا کڑکنا، نقیبوں کا گرجنا، ان چیزوں کو اس طرح بیان کیا جائے کہ آنکھوں کے سامنے معرکہ جنگ کا سماں چھا جائے، پھر بہادروں کا میدان جنگ میں جانا، مبارز طلب ہونا، باہم معرکہ آرائی کرنا، لڑائی کا داؤ پیچ دکھانا، ان سب کا بیان کیا جائے۔اس کے ساتھ اسلحہ جنگ ودیگر سامانِ جنگ کی الگ الگ تصویر کھینچی جائے پھر فتح یا شکست کا بیان کیا جائے اور اس طرح کیا جائے کہ دل دہل جائیں اور طبیعتوں پر اداسی اور غم کا عالم چھا جائے۔"(2)

رزمیہ نگاری کے لیے ضروری ہے کہ بیانیہ ایسا دلچسپ ہو کہ قاری اسی میں کھو جائے۔وہ بھی اسی کیفیت میں چلا جائے جس کیفیت میں سپاہی ہیں۔اس تناظر سے صادق حسین صدیقی کا ناول "محمد بن قاسم" کا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

صادق حسین صدیقی کا ناول "محمد بن قاسم" ایک تاریخی ناول ہے جس کا ہیرو سترہ سالہ نوجوان ہے۔اِس کی آنکھوں کی انوکھی چمک اور بہادری میں اِس کے بے مثال ایمانی جذبے کی جھلک نظر آتی ہے۔صادق حسین اپنے منفرد اسلوب کے ذریعے اِس سترہ سالہ نوجوان کو ظلمت کے سامنے ایک روشنی کے مینار کی طرح پیش کر کے قارئین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ ایسا کردار حقیقت میں بھی ہوسکتا ہے۔محمد بن قاسم نے اپنی بہادری سے نہ صرف ہندوستان کا وسیع علاقہ فتح کیا بلکہ بغیر لاکھوں لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل بھی کیا۔

محمد بن قاسم ایک نوجوان سپہ سالار تھا۔ حجاج بن یوسف کے حکم کے مطابق سندھ کی طرف روانہ ہوئے تو اپنی جنگی حکمت عملی اور جوانمردی کی بدولت سندھ اور اس کے گردونواح میں اپنی آمد سے قبل ہی مسلمانوں کی شجاعت و بہادری کی دھاک بٹھا چکا تھا۔اِن کی سندھ آمد پر غیر مسلمانوں پر اس قدر ہیبت اور رُعب طاری ہوا کہ وہ تعداد کی کثرت کے باوجود خوف و دہشت سے ہراساں ہو گئے۔ صادق حسین صدیقی نے مسلمان لشکر کی حکمت عملی اور آمد کو اس طرح بیان کیا ہے:

''سب کے ساتھ ساقہ (پچھلا حصہ) چلا ہر حصہ دوسرے سے کافی فاصلے پر تھا اور اس طرح سے یہ لشکر دور تک پھیل گیا اور اِس کی تعداد اصل دوگنی نظر آنے لگی۔ شیر ان اسلام نہایت جوش و خروش سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ گویا ہر شخص پر مجاہدانہ کیفیت طاری تھی آخر کوچ و قیام کرتے ہوئے دیبل کے قلعہ کے سامنے جا پہنچے۔ ہندوں نے اِن نمازیوں کو دیکھتے ہی شور کرنا شروع کر دیا۔اِن کے شور سے اہل قلعہ کو مجاہدین اسلام کی آمد کا حال معلوم ہو گیا۔''(3)

مسلمان بلند ہمت اور اولوالعزم استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچے تو عظیم سپہ سالار کی جنگی حکمت عملیوں کی بدولت اور جذبہ ایمانی سے سرشار مجاہدین اسلام ہندوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔ دیبل کا قلعہ فتح کرنا بہت جان جوکھوں کا کام تھا لیکن مسلمان مجاہدین کا جذبہ ایمانی بھی قابل دید تھا۔

صادق حسین صدیقی نے مسلمانوں کے مذہبی جذبے کو ان کی حکمت عملیوں میں جھلکتا ہوا دکھایا ہے۔ انھوں نے صرف میدان جنگ کے حالات پر انحصار نہیں کیا بلکہ اپنی رزمیہ نگاری میں لڑنے والوں کے جذبات اور جذبات کے اثرات کے تحت ان کے ردعمل کو بھی بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ انھوں نے نفسیاتی طور پر ہر مجاہد اور سپہ سالار کے اقدامات کا منظر پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر جب دیبل کے قلعے کو فتح کرنے کا وقت آیا تو مسلمانوں نے منجنیق کے ساتھ پتھر پھینکنے شروع کیے۔ مگر پتھر دیوار کے پار نہ جا رہے تھے۔ ایسے حالات میں مسلمانوں نے حکمت عملی کو بدلنے کے بجائے جو جذباتی حملے کیے ان کو صادق حسین صدیقی اس طرح بیان کرتے ہیں:

''محمد بن قاسم نے تین بار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اِس کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر پھینکنے شروع کر دیے قلعے کی فصل اِس قدر بلند تھی کہ پتھر اس کے اوپر نہ پہنچتے تھے بلکہ فصل سے ہی ٹکرا ٹکرا کر رہ جاتے تھے مگر مسلمان جس کام کو شروع کر دیتے تھے۔اِس کے نتیجے سے بے نیاز ہو کر برابر اُسے کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ اب بھی وہ برابر پتھر پھینک رہے تھے اور منجنیقوں کو آگے دھکیل رہے تھے۔ یہ پتھر اس بلا کے تھے کہ جب کسی کو جا کر لگتے تھے تو اس کے سر و سینہ کو توڑ ڈالتے تھے۔ چنانچہ پتھروں کے فصل پر پڑنے سے اِس طرف کھڑے ہونے والے ہندو مجروح ہو کر گرنے اور گر کر مرنے لگے''(4)

میدان جنگ میں اترتے وقت مسلمانوں کا نعرہ تکبیر بلند کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور مدد طلب کا انداز ہوتا ہے جس سے نہ صرف مطلوبہ مقصد حاصل ہوتا ہے بلکہ دشمنوں پر رعب و دبدبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ کافروں کے ساتھ جنگ کے دوران اللہ کو یاد کرنا اور ثابت قدم رہنا ہی مسلمان مجاہدین کی اصل نشانی ہے۔ اسی بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْاوَاذْكُرُوااللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم کامیاب ہو جاؤ(5)

صادق حسین صدیقی نے یک طرفہ کارنامے بیان نہیں کیے بلکہ ہندوؤں کی جانب سے اپنائی گئی حکمت عملیوں کو بھی ناول کا حصہ بنایا ہے۔ انھوں نے کمال مہارت کے ساتھ میدان جنگ کی منظر نگاری کی ہے۔ انھوں نے ایک کامیاب مصور کی طرح اس جنگی ماحول کی لفظی تصویر پیش کی ہے کہ وہ منظر متحرک اور آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''ہندو بھی خاموش نہ کھڑے تھے بلکہ وہ اپنی پوری قوت سے تیر برسا رہے تھے اور فلاخنول میں پتھر کے ٹکڑے رکھ کر پھینک رہے تھے۔ مگر ان کے تیروں یا پتھروں سے مسلمانوں کو اس لیے نقصان نہ پہنچ رہا تھا کہ اسلامی لشکر فاصلے پر تھا اور منجنیقوں کو دھکیلنے والے سپاہی اِن چوبی برجوں کے پیچھے اِن کی آڑ میں تھے ہندو فصیل پر کھڑے چیخ رہے تھے اور غُل مچا رہے تھے اور مسلمانوں کو کوس رہے تھے اِن کے شور سے تمام قلعے کے سامنے والا میدان اور ساری فضا گونج رہی تھی''(6)

صادق حسین صدیقی سردھنوی نے ناول میں مختلف واقعات کو اس ترتیب کے ساتھ جوڑا ہے کہ ان میں خلا نظر نہیں آتا۔ یہی ایک کامیاب ناول نگار کی خصوصیت ہوتی ہے۔ ناول اور داستان میں فرق بھی یہی ہوتا ہے کہ اس میں حقیقی کرداروں کے انسانی زندگی کے کسی اہم نقطہ نظر کی عکاسی کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری ناول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ناول اس نثری قصے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطہ نظر کے تحت زندگی کی حقیقی و واقعی عکاسی کی گئی ہو۔ شیکسپیئر تو زندگی کو ڈراما کہتا ہے لیکن ہمارے نزدیک حیات ارضی ایک مہتم بالشان ناول ہے جس کا مرکزی کردار انسانیت ہے۔''(7)

صادق حسین صدیقی نے ''محمد بن قاسم'' میں انسانی کردار کی مختلف صورتوں کو حقیقی معنوں میں بیان کیا ہے۔ یہ تاریخی ناول مکمل طور پر حقیقی نظر آتا ہے۔ انھوں نے محمد بن قاسم کے لشکر کی جو عادات اور حکمت عملیوں کی منظر کشی کی ہے یہ بالکل اسلامی رنگ ہے جو قارئین کے سامنے لایا گیا ہے۔ اسلام میں دوران جنگ بھی نماز کی معافی نہیں ہے۔ اور ناول میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور واقعات کو اسلامی رنگ میں ڈھال کر یوں بیان کیا گیا ہے:

''مسلمان نہایت استقلال سے اپنے کام میں مصروف تھے۔ دوپہر ڈھلے تک صرف منجنیقوں سے ہی پتھر برسائے جاتے رہے مگر جب آفتاب ڈھل گیا تو مسلمانوں نے سب سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی اور نماز پڑھتے ہی گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ گویا کہ اب عام دھاوا بول دیا گیا تھا۔ ہندوں نے مسلمانوں کو حملہ کرتے ہوئے دیکھ کر اور بھی زاوسے غُل مچانا اور جلد جلد تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیتے۔''(8)

صادق حسین صدیقی سردھنوی اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کا فہم رکھنے والے ناول نگار ہیں۔ انھوں نے جنگ کے دوران

قرآن پاک میں بیان کردہ احکامات کو مد نظر رکھ کر کہانی ترتیب دی ہے۔ انھوں نے ہر رزمیہ واقعہ کو سلیس زبان میں بیان کیا ہے یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ ایک ترتیب سے اِن واقعات کی جھلکیاں اپنی اس تحریر کا حصہ بنائی ہیں۔ اقتباس دیکھتے:

''محمد بن قاسم جھنڈا لیے سب سے آگے تھا اِس کے کمان میں لیتے ہی تمام لشکر نے کمانیں سنبھالیں اور تیر جوڑ جوڑ کر چلے کھینچ کھینچ کر فصل پر تیروں کی بارش کرنے لگے۔ ان کے یہ بے پناہ تیر فصل پر پہنچ پہنچ کر دشمنوں کے سروسینوں میں ترازو ہونے لگے تیر اندازی میں مسلمانوں سے بڑھ کر کوئی بھی نہ تھا ان کے تیر اس طرح کمانوں سے نکلتے تھے جیسے وہ سب ایک ہی کمان سے نکلے ہوں اور چونکہ وہ برابر دوڑتے تھے۔ اِس لیے ہندؤں کو دوڑنے کی کوئی گنجائش نہ ملی تھی تیروں کی ہر باڑ سے ہندؤں زخمی ہو ہو کر گرتے تھے اور گرتے ہی تڑپنے لگتے تھے گاہ بگاہ ایک دو مسلمان بھی مجروع ہو کر گھوڑوں سے گر رہے تھے۔''(9)

صادق حسین صدیقی ناول نگاری کے اسلوب سے بخوبی واقف ہیں۔ انھوں نے رزمیہ نگاری کے لیے جارحانہ اور بارعب اسلوب اسلوب اختیار کیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے سے صرف تاریخی واقعات نگاری ہی نہیں کی بلکہ ناول نگاری کے اسلوب کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ ناول کی اسلوبیات کے حوالے سے پروفیسر سید محمد عقیل لکھتے ہیں:

''اسلوب صرف ظواہر اور ہیئت ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلوب اور ادبی ارتقا میں بدلتی ہوئی سماجی زندگی، رواں دواں عبارت، عام فہم اور جاندار پیش کش سب کچھ شامل ہیں۔ بلکہ ناقدین تو تجربے اور شعور کے ساتھ اسلوب میں ان تمام حادثات کو بھی شامل کر لیتے ہیں جو بہ حیثیت سماجی انسان کے ہم پر گزرتے رہے ہیں۔''(10)

یعنی اسلوب نگارش ناول کی ہیئت، مصنف کے خیالات اور اسالیب سب کو ملا کر بنتا ہے۔ صرف جمالیاتی تجربوں اور صوتیات و حروف گننے کے عمل سے نہیں۔ سماجی اور ذہنی تغیر و میلانات کو اسلوب سے کسی صورت الگ نہیں کیا جا سکتا۔ صادق حسین صدیقی نے ان امور کا بخوبی خیال رکھا ہے۔ انھوں نے جس سماج کی رزمیہ نگاری کی اسی کی زبان استعمال کی، وہی جنگی ہتھیار گنوائے اور اسی قوم کی جنگی حکمت عملیوں کو بیان کیا ہے۔

صادق حسین نے اِس قوی تدبیر جرنیل محمد بن قاسم کی جنگی حکمت عملی کو نہ صرف ناول کا حصہ بنایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی عظیم اسلامی روایات کو مد نظر رکھا یہ اسلام کی پہلی جنگ تھی جس میں برصغیر کے پاک و ہند کے اِس ہندو مسلم معرکہ میں منجنیق کا استعمال ہوا جس نہ صرف مسلمانوں کو جنگ میں کامیابی کے راستے متعین ہوتے نظر آئے بلکہ قلیل و کثیر کی اس جنگ میں مسلمانوں کی جنگی حکمت عملی نے ہندؤوں کو روطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اقتباس دیکھتے:

''وہ نہایت اطمینان سے بڑھتے جا رہے تھے کچھ وقفہ کے بعد محمد بن قاسم نے نعرہ لگایا اس کے ساتھ ہی اس کے دستے نے بھی نعرہ لگایا اس کے نعرے کی آواز شمال اور جنوب والوں نے سنی تو وہ سمجھ گئے کہ حملہ شروع ہو گیا ہے لہذا انہوں نے بھی نعرے لگا لگا کر منجنیقوں کو بڑھانا شروع کر دیا۔ ان کا نعرہ سُن کر مغرب کی جانب والوں نے بھی وہی کیا جو انہوں نے کیا تھا۔ اس طرح سے چاروں طرف سے ایک ہی ساتھ

منجنیق بڑھیں عبا کر اسلامیہ نے حرکت تیز کر دی ہندوؤں نے ہر طرف زور شور سے پتھر پھینکنے شروع کیے اور مسلمان ڈھالوں کے سائے میں بڑھنے لگے۔''(11)

اس اسلامی معرکہ میں جس کے سربراہ محمد بن قاسم جیسے نوجوان اور دور بین شخص تھے گھوڑوں، تلواروں، نیزوں اور دیگر سامان حرب کے ساتھ ساتھ منجنیق کا استعمال بھی کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو میدان جنگ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ منجنیق کے استعمال میں مزید اضافے شیر شاہ سوری کے دور میں بھی ہوئے لیکن محمد بن قاسم کی جنگی حکمت عملی اور منجنیق کے استعمال سے نہ صرف مسلمانوں کو فتح کی نوید سنائی دی بلکہ وہ اپنی فنی مہارتوں کو دنیا میں اپنے نام سے منسوب کرنے میں کامیاب بھی ہوئے۔ پتھر پھینکنے والی اس مشین کے استعمال سے مسلمانوں نے ہندوؤں کے اُس مذہبی اعتقاد کو توڑ ڈالا جس کی بدولت وہ میدان جنگ میں لڑتے تھے۔

بالآخر مسلمانوں کے لشکر کے 500 مجاہدین نے مل کر ایک بھاری پتھر منجنیق میں ڈال کر قلعے کی طرف پھینکا جس کی آواز بہت گونج والی اور خوفناک تھی۔ پتھر فصل کے پار قلعے پر جھنڈے والی جگہ پر جا کر لگا جس سے ہندوؤں کا جھنڈا بھی ٹوٹ کر نیچے گر گیا اور اتنے حصے کی عمارت بھی ٹوٹ گئی جس کے ملبے کے نیچے آ کر کافی ہندو مر بھی گئے۔ جھنڈا گرنے سے ہندوؤں کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ ایک لمبی لڑائی کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار کیا۔ صادق حسین صدیقی اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب انھوں نے سنگ اندازی کی مشین کو درست کیا اور اس میں پتھر رکھنے کے لیے کہا پندرہ بیس آدمیوں نے مل کر ایک وزنی پتھر اٹھایا اور مشین میں رکھ دیا۔ تقریباً پانچ سو آدمی زنجیروں سے لپٹ گئے اور انہیں کھینچنے لگے۔ جب انھوں نے پوری طاقت صرف کی تب جا کر کہیں مشین کو حرکت ہوئی اور وہ تختہ جس پر پتھر رکھا ہوا تھا آگے پیچھے ہٹنے اور بڑھنے لگا۔۔۔ آخر وہ مندر کے کلس سے نیچے بڑے زور سے ٹکرایا۔ نہایت ہولناک طریقہ پر تڑاخے کی آواز ہوئی اور مندر کا وہ حصہ جس میں جھنڈا نصب تھا، ٹوٹ کر گرا۔ اس کے گرتے ہی جھنڈا بھی اچھل کر قلعہ کے اوپر ہی گر گیا۔ کئی آدمی مندر کے ملبہ کے نیچے آ کر دب گئے اور دبتے ہی بغیر کوئی لفظ منہ سے نکالے مر گئے۔''(12)

ہندوؤں کے اس بلند و بالا قلعہ کو فتح کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا لیکن مسلمانوں کی جنگ حکمت عملی نے نہ صرف اپنی بہادری کا داستان رقم کر دی بلکہ ہندوؤں کے کمزور اعتقاد کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے حوصلے پست کر دیے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کا جھنڈا گرتے ہی پرزور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ہر طرف سے بڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی تیروں کی باڑیں مارنے لگے۔ مسلمانوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکامات ہوتے ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہو کر دنیاوی لالچ سے بچتے ہوئے کافروں پر حملہ آوار ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً-وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ

اے ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔(13)

صادق حسین صدیقی کی رزمیہ نگاری میں تسلسل اور اور توازن ایک اہم خوبی کے طور پر سامنے آتا ہے۔انھوں نے واقعات کے بیان میں روانی اور تسلسل کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ قارئین کی دل چسپی کے عناصر کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ چونکہ ان قارئین کی زیادہ تعداد مسلمان ہی ہو سکتی تھی اس لیے انھوں نے جہاں کہیں مسلمانوں کے جانی نقصان کا ذکر کیا ہے وہاں صرف ایک دو جملوں تک محدود رہے ہیں اور ہندوؤں کے مرنے کے بیان کو نسبتاً جوش کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس کی وجہ ان کے اندر کا مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور قارئین کی توجہ بھی۔صادق حسین صدیقی کی رزمیہ نگاری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں تراکیب، استعارے، انا کی بازیگری یا علمیت کی نمائش یا مقصدیت اپنی طرف متوجہ نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسے مقاصد اسلوب کی خامی کہلاتے ہیں۔انھوں نے قاری کی پوری توجہ کہانی کی طرف رکھی ہے۔ خواہ مخواہ ذاتی مداخلت اور خطیبائی سے گریز کیا ہے۔ بہت سے لکھنے والے صحیح نثر لکھتے ہیں مگر وہ کیفیت یا تاثر پیدا نہیں کر سکتے۔ ایسے لکھائی کہانی پن کے لیے مناسب تصور نہیں کیے جاتے۔بقول آل احمد سرور:

''جس طرح ہر کتاب خواں صاحب کتاب نہیں ہوتا اسی طرح ہر لکھنے والا صاحب طرز نہیں کہا جا سکتا۔نہ ادب کے میدان میں ہر ساحر کو پیغمبر اور ہر پینترے باز کو تیغ زن کہا جاتا ہے۔''(14)

صادق حسین صدیقی نے کفر و اسلام کے درمیان ہونے والی اس جنگ کو ایک ناول کے ذریعے تاریخ کا حصہ بنا دیا ہے۔انھوں نے داعیان اسلام کی ایمان افروز داستان، شجاعت اور میدان کارزار میں ان کی جوش وجذبے سے بھرپور استقامت کو ناول کے گوشے گوشے میں محفوظ کر دیا ہے۔

رزمیہ نگاری کے حوالے سے ''محمد بن قاسم'' ایک ایسا ناول ہے جس میں جگہ جگہ میدان جنگ کی معرکہ آرائی کی منظر کشی کی گئی ہے۔اہل ایمان کی قلیل تعداد ہونے کے باوجود ان کے جذبہ ایمانی کی بدولت کثیر پر برتری دکھائی گئی ہے۔

صادق حسین صدیقی کے رزمیہ ناول اس لیے بھی مقبولیت حاصل کرنے میں کامیاب رہے کہ ان کے قارئین کی زیادہ تر تعداد مسلمان تھی۔ انھوں نے اسلامی جنگوں کی رزمیہ نگاری بیان کی تو اس کو پڑھنے والے لوگ بھی ایسے ناولوں کو پسند کرتے تھے۔اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''ناول نگار کے اسلوب پر اس کا بھی اثر پڑتا ہے کہ اس کے قارئین کون ہیں؟ یعنی وہ اپنی تخلیق جن لوگوں کے درمیان پیش کرنا چاہتا ہے وہ کس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ان کی علمی استعداد کتنی ہے؟ان کا ادبی ذوق کس معیار کا ہے؟اور وہ کیسے رجحانات رکھتے ہیں؟اسی سے تحریر کی معنویت اجاگر ہوتی ہے۔''(15)

مسلمانوں کے لیے جذبہ جہاد ایک ایسا تحفہ خداوندی ہے جس کے عوض آخرت میں اعلیٰ مقام و مرتبہ کی نوید سنائی گئی ہے اور یہی جہاد دنیا میں مسلمانوں کی عزت اور شان کی گارنٹی ہے۔اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا سب دنیاوی مال اسباب چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ میں نکل پڑتے ہیں۔صادق حسین صدیقی نے مسلمانوں کے اسلاف کے کارناموں کو ناولوں کی صورت میں جمع کر کے نئی نسل کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کے لیے رہنمائی فراہم کی ہے۔ان کا ناول ''طارق بن زیاد'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اس ناول میں انھوں نے اندلس

پر مسلمانوں کے حملے اور فتح اور وہاں کی نوادرات و عجائبات اور طارق بن زیادہ کے کارناموں کو بیان کیا ہے۔ ''طارق بن زیاد'' میں سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''نماز پڑھتے ہی ہر مجاہد نے اپنا اپنا بستر اور تھوڑی تھوڑی رسد باندھ کر اپنی اپنی کمر سے لگائی اور نہایت اطمینان کے ساتھ صف در صف کھڑے ہو کر روانہ ہوئے۔ اگرچہ طارق اس لشکر کے سپہ سالار تھے اور ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا مگر غلام اپنا بستر کمر سے باندھے ہوئے تھا اور طارق اپنا۔ یہ مساوات دیکھ کر امامن کے دل پر اور بھی گہرا اثر اہوا۔ اسلامی لشکر نہایت اطمینان اور استقلال سے چل پڑا۔۔۔۔ مسلمان خوب جان گئے تھے کہ اس جزیرہ کے اختتام پر تدمیر سے مقابلہ ہوگا۔ انہیں اس مقابلہ کی بڑی مسرت تھی اور فرط انبساط سے سرشار ہوتے ہوئے قدم اٹھائے چلے جا رہے تھے۔''(16)

اگر تاریخ کے جھروکوں سے دیکھیں تو عہد نبوی میں اہل ایمان جب کفار کے مقابلے میں میدان جنگ میں کھڑے ہوتے تو ان کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ ہوتی نہ وہ اپنے قلیل ساز و سامان سے گھبراتے اور نہ کم تعداد کا خوف ان کے دل میں گھر کرتا۔ اسی طرح جب بھی اور جہاں بھی اسلام کے پیروکار دشمن کے خلاف صف آرا ہوئے ان کے حوصلے اور ثابت قدمی اپنی مثال آپ رہی۔ صادق حسین صدیقی ''طارق بن زیادہ'' میں اندلس کی جنگ کا منظر نامہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛

''وہ نہایت استقلال اور اطمینان سے کھڑے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ زیادہ قریب آگئے تب طارق نے رک رک کر تین نعرے لگائے۔ تیسرے نعرے کے بعد مسلمانوں نے مل کر اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگایا۔ اس نعرہ کی پر ہیبت آواز تمام میدان میں گونج گئی۔ عیسائی حیران اور کچھ خوفزدہ ہوگئے مگر وہ رکے نہیں بلکہ برابر بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے قریب پہنچ کر حملہ آور ہوئے۔ ۔۔ مسلمانوں نے ایک جگہ ہی قائم رہ کر ان کا مقابلہ کیا۔ عیسائیوں نے تلواروں سے حملہ کیا۔۔۔ مسلمانوں نے نیزوں سے ان کا استقبال کیا۔''(17)

صادق حسین صدیقی کو رزمیہ نگاری کا فن بخوبی آتا ہے۔ انھوں نے تلواروں کی چمک دمک سے لے کر صفوں کے بگڑنے اور گردنوں کے کٹنے تک کے تمام مراحل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انداز بیان حالات کے ساتھ بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ قاری ان کی لفاظی میں یوں کھو جاتا ہے جیسے سب کچھ سکرین پر دیکھ رہا ہو۔ ان کی رزمیہ نگاری کا ایک اور جوہر دیکھیے:

''خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ ہاتھ، پیر، سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ مجروح چلا رہے تھے، گھوڑے ہنہنا رہے تھے اور عیسائی غل مچا رہے تھے۔ ان آوازوں نے اس قدر شور پیدا کر رکھا تھا کہ کان پڑی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی۔''(18)

طارق نہ صرف خود ایک بہادر جرنیل تھا بلکہ اس کے ساتھ شامل فوج کا ایک ایک سپاہی کفار کے مقابلے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کا باعث بن رہا تھا۔ اس کے اس مجاہد نے اپنے پیروکاروں کو ایسی جنگی تربیت سے نوازا کہ وہ نہ صرف بے خوف و خطر دشمن کے علاقے میں داخل ہوئے بلکہ مکمل توکل اور استقامت کے ساتھ کم مال و اسباب کے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نبرد آزما ہو کر اپنے ایمان اور یقین کا منہ بولتا ثبوت

پیش کر گئے۔ اس اسلامی لشکر کی بدولت اندلس جو مسلمانوں کے لیے علوم و فنون کا مرکز تھا دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

غیر مسلم میدان جنگ میں اپنے سپہ سالار پر بھروسہ کر کے لڑتا ہے جیسے ہی اس کا سپہ سالار میدان جنگ چھوڑے یا مر جائے تو وہ بھی میدان کارزار سے راہ فرار اختیار کر لیتا ہے لیکن اہل ایمان اللہ کی رضا کے لیے لڑتا ہے۔ وہ نہ تو اپنے سالار کے لیے لڑتا ہے اور نہ اس کے جانے پر میدان جنگ چھوڑتا ہے۔ ایسا ہی واقعہ اندلس کے عیسائیوں کے ساتھ ہوا جسے صادق حسین اس طرح بیان کرتے ہیں:

"عیسائیوں نے تدمیر کو بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ حوصلے پست ہو گئے اور وہ بدحواس ہو کر نہایت تیزی سے بے اوسان ہو کر بھاگے۔ مجاہدین اسلام نے دوڑ کر ان کا تعاقب کیا اور جہاں تک بھی ان کا بس چلا اور موقع ملا انہیں مارتے کاٹتے ان کے پیچھے لگے چلے گئے۔ لیکن جب عیسائی دور نکل گئے تب طارق نے بآواز بلند کہا: مسلمانو! واپس لوٹ آؤ۔ ابھی وقت ہے کہ ہم ظہر کی نماز پڑھ لیں۔"(19)

اسلام نے اپنے ماننے والوں کی ایسی تربیت کی ہے کہ وہ کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے۔ سوائے جنگی چال کے یا اپنے ساتھ کے ساتھ ملنے کے۔ قرآن پاک میں غزوہ احد میں حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ سن کر جب صحابہ کرام پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا"(20)

ایسی تربیت یافتہ مسلمان قوم جب کفار کے سامنے مقابلے کے لیے نکلی تو ثابت قدمی کا پہاڑ ثابت ہوئی۔ صادق حسین صدیقی نے مختلف کرداروں کی ثابت قدمی اور استقلال کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس دیکھیے:

"مغیث الرومی دائیں طرف والے دستے کو سنبھالے ہوئے تھے اور کمال جوش سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے اس قدر عیسائیوں کو قتل کر ڈالا تھا کہ انہیں شمار ہی نہ کر سکتے تھے اور اب بھی وہ تھکے نہیں تھے۔ برابر اسی شد و مد سے حملے کر کر کے دشمنوں کو قتل کرنے میں ہمہ تن مصروف نظر آتے تھے۔"(21)

اندلس کے معرکے میں اگرچہ مسلمانوں کو کافی سختیوں اور تکلیفوں کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن اللہ کی مدد و نصرت نے ان کے دلوں کو روشن و منور کر دیا۔ اور آنے والی نسلوں کے لیے ان کے اختیار کیے ہوئے راستے کو مشعل راہ بنایا اور ان کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں کو روز روشن کی طرح عیاں کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ حق کے معرکے میں فتح صرف ان لوگوں کا مقدر بنتی ہے جو بلند ہمت و حوصلہ لے کر راہ خدا میں دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا تن من اور دھن قربان کرنا جانتے ہیں۔

صادق حسین صدیقی نے ناول میں رزمیہ نگاری کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اعلیٰ اقدار اور اچھی عادات کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ کہیں مسلمانوں کو بھائی چارہ کی صورت میں دکھاتے ہیں تو کہیں مساوات کا درس دیتے ہیں کہیں ارکان اسلام کا ذکر ہے تو کہیں عقائد اسلام کا پرچار لیکن اس

کے ساتھ اسلامی مجاہدین کی بہادری اور شجاعت کو بھی بطور خاص بیان کرتے ہیں۔ایک اقتباس دیکھیے:

''ہر مجاہد خونخوار شیر بن گیا تھا اور عیسائی بھیڑوں کو چیر پھاڑ رہا تھا۔ایک طرف مغیث الرومی اور دوسری طرف طاہر تھے۔دونوں بڑی پھرتی سے لڑ رہے تھے۔وہ جس طرف حملہ کرتے تھے عیسائیوں کو مار مار کر بچھاتے چلے جاتے تھے۔''(22)

بہت کم دنوں میں طارق بن زیادہ جیسے دوراندیش جرنیل نے تدبیر اور حوصلے سے تمام مشکلات پر قابو پا کر کفار پر پیش قدمی کرتے ہوئے بغیر کسی معصوم کا خون بہائے اندلس کے علاقے کو عیسائیوں کے قبضہ سے آزاد کروالی۔ایک طرف انھوں نے اپنی بہترین حکمت عملی کی بدولت اپنی فوج کے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کی اور ان کو اس بات پر ثابت قدم کر لیا کہ اندلس کی سرزمین جس پر ہم قدم رکھ چکے ہیں یہ اب ہماری ہے واپس کے سب راستے بند کر دیے تاکہ مسلمان مصمم ارداے کے ساتھ اور استقلال و جرات کے ساتھ دشمن سے نبرد آزما ہو جائیں۔تو دوسری طرف طارق کے ارادے اور حکمت عملی اور جذبہ استقلال نے دشمنوں کے دلوں میں خوف کا پہرہ لگا دیا۔جس کی بدولت وہ یا تو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے یا اگر لڑے بھی تو بے دلی سے جس کے نتیجے میں ان کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا اور آخر کار اندلس کی سرزمین پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، شعائر اسلام کے مطابق زندگی بسر ہونے لگی،اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔کئی صدیوں تک ان صداؤں سے سرزمین اندلس گونجتی رہی۔

صادق حسین صدیقی کے ایسے ناولوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جن میں اللہ کی تلوار (خالد بن ولید)، محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی، صلیبی جنگ، فتح کافرستان، معرکہ کربلا، فتح کابل، فتح بیت المقدس، جنگ اصفہان جیسے متعدد ناول شامل ہیں۔ان ناولوں میں اسلامی جنگوں کی رزمیہ نگاری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔صادق حسین صدیقی نے اسلام کی سربلندی اور عظمت و رفعت کے بیان میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔انھوں نے اپنے ناولوں کے آغاز میں ان تخلیقات کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''میں نے سرفرشان توحید کے کارنامے ناولوں کے طرز جدید انداز میں لکھ کر قوم کے سامنے اس لیے پیش کئے ہیں کہ وہ ان بھولی ہوئی داستانوں کو نظروں کے سامنے رکھتے ہوئے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے قدم بہ قدم چلیں۔''(23)

الغرض یہ سلسلہ صادق حسین صدیقی کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔انھوں نے دین اسلام کی اشاعت اور نئی نسلوں میں اسلاف کے کارہائے نمایاں سے واقفیت کی غرض سے اپنی تخلیقات پیش کی ہیں جو یقیناً ان کے لیے صدقہ جاریہ تو ثابت ہوں گی اس کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں ایک بڑے اضافے کا سبب بنی ہیں۔

حوالہ جات

1. پروفیسر انور جمال، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک باؤنڈیشن، 2012ء، ص104
2. علامہ شبلی نعمانی، موازنہ انیس و دبیر، لکھنو: انوار المطابع، س۔ن، ص:195
3. الحج: 40

4. البقرۃ:۱۹۳
5. الانفال:45
6. صادق حسین صدیقی، محمد بن قاسم، نئی دہلی: اشرف برادرز، 1994ء، ص127
7. ڈاکٹر سہیل بخاری، اردو ناول نگاری، لاہور: مکتبہ جدید، 1960ء، ص44
8. صادق حسین صدیقی، محمد بن قاسم، 127
9. ایضاً، ص128
10. پروفیسر سید محمد عقیل، ادب اور ادیب، لاہور: مکتبہ جدید، 2007ء، ص282
11. صادق حسین صدیقی، محمد بن قاسم، 128
12. ایضاً، ص128
13. التوبہ:123
14. آل احمد سرور، نثر کا اسٹائل، مشمولہ: اسالیب نثر پر ایک نظر، نئی دہلی: ادارہ فکر جدید، س۔ن، ص42
15. ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، اردو ناول کے اسالیب، دہلی: تخلیق کار پبلشرز، 2005ء، ص25
16. صادق حسین صدیقی، طارق بن زیاد، لاہور: رحمانی پبلی کیشنز، 1991ء، ص59
17. ایضاًص65
18. ایضاًص66
19. ایضاً، ص77
20. آل عمران:144
21. صادق حسین صدیقی، طارق بن زیاد، ص70
22. ایضاً، 157
23. ایضاً، ص21

References

1. Prof.Anwar Jamal,Adbi Istalahat,Islamabad,National Book Foundation,2012,P104
2. Allama Shibli Noumani, Mawazana Anees-o-Dabir, Lakhnaw,Anwar-ul-Mutabeh, P 195
3. Al-Hajj 40
4. Al-Bakrah 193
5. Al-Anfaal 45
6. Sadiq Hussain Sadiqi, Mahammad Bin Qasim, New Dehli, Ashraf Brothers, 1995, P127
7. Dr.Sohail Bukhari, Urdu Novel Nigari, Lahore, Maktaba-e-Jadeed, 1995, P 44
8. IBID, P 127
9. IBID, P 128
10. Prof.Syed Aqeel, Adab Aur Adeeb, Lahore, Maktaba-e-Jadeed, 2007, P 282
11. IBID, P 128
12. IBID, P 128
13.Al-Tooba P 123

14. Al Ahmed Saroor, Nasar Ka Style,Mashmoola: Asaleeb-e-Nasir Par Aik Nazer, New Dehli: Idara Fike-e-Jadeed, P 42
15. Dr.Shahab Zafar Azmi, Urdu Novel Kay Asaleeb, Dehli: Takhleeq kar Publisher, 2005, P 25
16. Sadiq Hussain Sadiqqi, Tariq Bin Ziad,Lahore:Rehmani Publication,1991,P 59
17. IBID, P 65
18. IBID, P 66
19. IBID, P 77
20. Al-Imran 144
21. IBID, P 70
22. IBID, P 157
23. IBID, P 21